SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 26, 1997

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty eight minutes past five in the evening with Mr. Acting Chairman (Mir Humayun Khan Marri) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا کُلَّ شَیْ ءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍo وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍ بِالْبَصَرِo
وَلَقَدْ اَہْلَکْنَآ اَشْیَاعَکُمْ فَہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ o وَ کُلُّ شَیْ ءٍ فَعَلُوْہُ فِی
الزُّبُرِo وَ کُلُّ صَغِیْرٍ وَ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌo اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ
نَہَرٍo فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍo

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔ اور بے شک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر دیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جزاک اللہ ۔ یہ کچھ Leave applications ہیں۔

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 26, 1997

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty eight minutes past five in the evening with Mr. Acting Chairman (Mir Humayun Khan Marri) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا كُلَّ شَىْ ءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ o وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ o
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ o وَ كُلُّ شَىْ ءٍ فَعَلُوْهُ فِى
الزُّبُرِ o وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَ كَبِيْرٍ مُسْتَطَرٌ o اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَ
نَهَرٍ o فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُقْتَدِرٍ o

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا۔ اور بے شک ہم نے تمھاری وضع کے ہلاک کر دیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جزاک اللہ - یہ کچھ Leave applications ہیں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب فاروق احمد خان ذاتی مصروفیات کے بنا پرمورخہ ۲۳ مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے'اس لئے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ جناب اعجاز علی جتوئی صاحب ناسازی طبع کی بنا پر مورخہ ۱۶ تا ۲۳ مئی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے اس لئے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب عباس سرفراز خان ذاتی مصروفیات کی بنا مورخہ ۲۰ تا ۲۲مئی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے ۔ اس لئے انہوں نے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب نجی دورے کی بنا پر مورخہ ۲۴ مئی تا ۵ جون کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے ۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب محمد اسحاق ڈار صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ صدر کے ہمراہ ملک سے باہر ہیں اس لئے آج اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ چوہدری نثار علی خان صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ صدر کے ہمراہ غیر ملکی دورے پر ہیں اس لئے آج کے اجلاس میں شرکت نہیں کرسکیں گے ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ چوہدری شجاعت حسین نے اطلاع دی ہے کہ وہ صدر کے ہمراہ غیر ملکی دورے پر ہیں اس لئے آج وہ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے ۔

POINTS OF ORDER

(1) Re: PROTEST OF MONEY CHANGERS OUTSIDE THE PARLIAMENT HOUSE BUILDING.

سیدمسعود کوثر۔ پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین۔ آج جب ہم پارلیمنٹ ہاؤس آ رہے تھے تو پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر بہت سے لوگوں نے بینرز اٹھا رکھے تھے اور بطور احتجاج وہ جمع تھے۔ اس سے یوں پتہ چلتا تھا کہ یہ وہ منی چینجرز ہیں جن کی رقم لوٹی گئی تھی ۔وہ حکومت کی بےحسی کے خلاف احتجاج کے طور پر باہر تشریف لائے ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پہلی بار نہیں ہے۔ آئے دن اس قسم کے واقعات رونما ہو رہے ہیں اور حکومت اس سلسلے میں بالکل بے بس ہے۔ یا اس میں کوئی interest نہیں لے رہی ہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کیا کوئی وضاحت دی جا سکتی ہے کہ اب تک موجودہ حکومت نے اس انتہائی دلیرانہ اور انتہائی ظالمانہ واردات کے متعلق کوئی تفتیش کی ہے یا ان کے پاس اس کی کوئی وضاحت ہے۔ شکریہ جی۔

جناب جمیل الدین عالی۔ جناب چیئرمین پہلے تو order of the day کے مطابق میری قرارداد آپ کی خدمت میں پیش ہے ۔ اس پر مجھے آپ سے اجازت چاہیے۔question hour تو آج ہے نہیں ۔اس لئے اس پر آپ کا فیصلہ چاہیے ۔ میری قرارداد ہونی چاہیے تھی۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ایک Adjournment motion لے کر اس کے بعد آپ کی قرارداد آئے گی۔

(interruption)

راجہ اورنگزیب۔ جناب اس پوائنٹ آف آرڈر کا میں جواب دیتا ہوں ۔ ابھی چونکہ اس میں involve ہوں ۔ ابھی میں باہر سے آ رہا ہوں ۔

میاں رضا ربانی ۔ حکومت جواب دے ناں جناب ۔

راجہ اورنگزیب ۔ میں بھی حکومت کا نمائندہ ہوں ۔

سیدمسعود کوثر۔ جناب والا! معزز رکن کہتے ہیں کہ میں بھی اس میں involve ہوں۔

(مداخلت)

میاں رضا ربانی۔ جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر کا ہمیشہ جواب جو ہے حکومتی بنچز سے منسٹر دیتے ہیں۔ دو منسٹر صاحبان موجود ہیں۔the Ministers should answer the Point of Order.

جناب گوہر ایوب خان ۔جناب چیئرمین ! میں نے سوال سنا نہیں ہے۔I just I walked in گر repeat ہو سکتا ہے .I will see, I will do my best to answer it۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ٹھیک ہے ۔ دوبارہ کہہ دیں جی ۔

Syed Masood Kausar: I hope that the other honourable Minister who is sitting there, atleast he must avoid but I said, he can respond to my Point of Order.

میں جناب دوبارہ ان کی اطلاع کے لئے repeat کروں گا ۔

جناب والا ! میں نے یہ عرض کیا ہے، بہت مختصر طور پر عرض کیا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب ہم پارلیمنٹ ہاؤس آ رہے تھے ۔ تو پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر بہت سے لوگ جمع تھے اور انہوں نے کچھ احتجاجی بینرز ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھے ۔ اور اس سے یہ پتہ چلتا تھا کہ یہ وہ منی چینجرز ہیں ۔ جو کہ آپ کو یاد ہو کچھ دن پہلے ایک بہت خطیر رقم ڈاکوؤں نے ان سے چھین لی تھی اور اس سلسلے میں، باوجود اس کے کہ یہ دن دہاڑے اور بڑی اہم شاہراہ پر یہ واقعہ ہوا ہے، اس سے ایک طرف تو یہ بیچارے لوگ جو غریب لوگ ہیں اور ان کے اپنے پیسے نہیں تھے، لوگوں کے پیسے تھے ۔ تو ابھی تک حکومت نے اس سلسلے میں کوئی ان کی تسلی کے لئے یا ویسے بھی اتنا بڑا واقعہ ہونے کے بعد حکومت نے کوئی اس قسم کا ابھی تک ایکشن نہیں لیا۔ جس سے کہ حکومت کی دلچسپی ظاہر ہوتی ہو یا حکومت کی بے بسی نہ ظاہر ہوتی ہو ۔ اس قسم کا یہ ایک واقعہ نہیں ہے جناب والا! آپ اور کسی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیں کہ جس طریقے سے امن و امان کی صورتحال آجکل چل رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے کوئی بھی معزز وزیر صاحب، ایک معزز رکن نے کہا کہ وہ اس میں involve ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جو لوگ اس ڈکیتی میں involve ہیں ان کو نہیں بولنا چاہیے۔ بلکہ حکومت کو اس کا جواب دینا چاہیے کہ حکومت کی کیا پالیسی ہے اور

حکومت نے اس سلسلے میں ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے اور پاکستان کے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے ابھی تک کیا ٹھوس اقدام کئے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ جی وزیر متعلقہ ۔

جناب اصغر علی شاہ ۔ جناب چیئرمین! جہاں تک میری معلومات ہیں ۔اس کے جو effectees ہیں وہ چیف منسٹر سندھ سے بھی مل چکے ہیں ۔ اور پرائم منسٹر صاحب اس دن جب یہاں تشریف لا رہے تھے تو انہوں نے بھی ان کو assure کیا ہے ۔ تو وہاں ایک Cell ڈی آئی جی کے under قائم کیا گیا ہے ۔ وہ تحقیقات کر رہے ہیں ۔ کچھ لوگ arrest بھی ہوئے ہیں۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ جلد ہی اس کا نتیجہ نکلے گا ۔ اور وہ پراپرٹی جو ان سے چھینی گئی ہے وہ ہاتھ آ جائیگی ۔ تو اس لئے یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں اور حکومت اس کا نوٹس لے رہی ہے اور بالکل وہ کوشش کر رہی ہے کہ اس کی در آمد ہو جائے ۔ شکریہ ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اور کوئی ڈاکٹر صاحب ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔جناب والا! میں اس معزز ایوان میں اس اہم مسئلے کی طرف حکومت کی ----

(مداخلت)

جناب محمد اجمل خان خٹک ۔ آپ اس مسئلے پر بولنا چاہتے ہیں جی ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ نہیں جی میں کسی اور مسئلے پر جی ۔

جناب محمد اجمل خان خٹک ۔ تو مجھے اجازت دیں ۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔ بے شک جی ۔

جناب قائم مقام چیئرمین ۔ جناب اجمل خٹک صاحب ۔

(2) Re: PAKISTAN RECOGNIZES TALIBAN GOVERNMENT IN AFGHANISTAN.

جناب محمد اجمل خان خٹک ۔ جناب چیئرمین !ہمارے ایک ساتھی نے افغانستان

کے بارے میں، وہاں حکومت کو ہماری طرف سے تسلیم ہونے کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ہمارے وزیر خارجہ صاحب نے بھی اس سلسلے میں اس سے پہلے بیان دیا ہے۔ اس سلسلے میں ، میں بھی کچھ کہنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ طالبان کا مزار شریف پہنچنا ایک بہت بڑا واقعہ ہے اور اس سے افغانستان پر ان کی قوت اور ان کی اصطلاح میں قدرت کا بڑا مرحلہ سر انجام پایا۔ اس لئے اس صورت حال سے کوئی بھی افغان، پاکستانی، ہمسایہ ،بلکہ دنیا کے دیگر ممالک، اس علاقے سے دلچسپی رکھنے والے، عالمی امن سے دلچسپی رکھنے والے اس سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ ہم افغانستان کو، ہم تمام پشتون خواہ Durand Line سے ادھر ہیں یا ادھر، آزاد قبائل ہیں ،خواہ جس نام سے بھی پکارے جاتے ہیں ، جہاں بھی ہیں ، افغانستان کو اپنا برادرملک اور افغان قوم کو، ملت کو، لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں ۔ اس لئے ہم اس صورت حال کو نہایت اہم مرحلہ ، اہم موڑ، اہم پیش رفت سمجھتے ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ یہ مرحلہ، یہ پیش رفت، یہ واقعہ ، افغانستان کے لئے امن ،آبادی اور خوشحالی کا سبب بنے ۔ جہاں تک ہمارا مطالعہ ہے پاکستان اور افغانستان کے تمام ہمسایہ ممالک اور دنیا کے امن پسند سب یہی چاہتے ہوں گے کہ افغانستان میں جلد از جلد امن قائم ہو۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ واقعہ افغانستان کے امن کا سبب بنے۔ دوسرا نکتہ جو بہت اہم ہے، افغانستان کے واقعات میں الف سے لیکر یے تک، افغانستان کے حالات، بحران یا مسائل کے دوران جو اہم نکتہ رہا ہے وہ یہ ہے کہ افغانستان میں جو کچھ ہوا اس کی تمام تر ذمہ داری بیرونی ہاتھ پر عائد ہوتی ہے ۔ بیرونی مداخلت کی وجہ سے وہاں سب کچھ ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب تک افغانستان بیرونی مداخلت سے پاک تھا یعنی بیرونی مداخلت نہیں ہو رہی تھی تو جس طرح میں نے پہلے بھی پانچ ہزار سال کا لفظ استعمال کیا تھا تو کچھ لوگ حیران رہ گئے تھے، جو میں لفظ استعمال کرتا ہوں اس بر اعظم ہند کی تاریخ کی سب سے پرانی کتابیں اس کی گواہ ہیں تو اس بنیاد پر میں یہ بات کہہ جاتا ہوں کہ پانچ ہزار سال پہلے کی یہ بات ہے ۔ تو اس اساس کی بنیاد پر میں بات کہہ جاتا ہوں کہ 5000 سال پہلے کی یہ بات ہے ۔ اس پرکسی میرے دوست کو اگر شک ہو کہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو میں ان اسناد کو مہیا کر سکتا ہوں ۔ افغانستان دنیا کی تاریخ میں ،اقوام عالم کی نظروں میں ، جہاں تک تاریخ کی نگاہیں پہنچ سکتی ہیں ۔ افغانستان امن، آبادی، اپنے جغرافیائی ،طبعی حسن ،خوبصورتی اور آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے اور وہاں کے لوگوں کی بود و باش ، ان کے سماج اور ان کی زندگی کے لحاظ سے جنت کا نمونہ تھا لیکن جب سے

مداخلت ہوئی ہے۔ اس کو جنت سے دوزخ بنا دیا گیا ہے تو ہماری خلوص دل سے دعا ہے کہ افغانستان سے بیرونی ہاتھ ختم ہو ، بیرونی مداخلت ختم ہو جائے تاکہ وہ پھر امن کا گہوارہ بن جائے۔ ہم امن کا اہم نقطہ سمجھتے ہیں کہ ہر لحاظ سے افغانستان کی سب سے پہلی اور اہم انسانی، قومی، علاقائی ضرورت یہ ہے کہ وہاں امن قائم ہو ۔ افغانستان کا پہلا کام کرسی تک پہنچنا ہے، قبضہ کرنا نہیں ہے، وہاں امن کا قیام ہے ۔اس سے پہلے بھی ایسی کوششیں کی گئیں لیکن امن قائم نہ ہو سکا۔ میں پھر کہوں گا کہ خدا اس اقدام کی وجہ سے وہاں امن لائے۔ کون سا امن ، کس طرح امن ؟ میں یہ بھی کہوں کہ امن ایک خالی خولی لفظ نہیں ہونا چاہیئے ، امن صرف جھنڈا نہیں ہونا چاہئیے کہ امن قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ افغانستان کی روایات ، تاریخ اور سماج میں امن کے کچھ معنی ہیں جب تک وہ معنی پورے نہیں ہوتے تو اس وقت تک وہاں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ ہے کہ وہاں امن صحیح امن تب ہو گا کہ تمام افغانوں کو استقلال نصیب ہو۔ ان کی اصطلاح میں ، ان کی dictionary میں استقلال کے معنی آزادی ہے لیکن کس قسم کی آزادی ،سرزمین، خاک، سالمیت اور جرگے کے فیصلے ، ان کی نظروں میں استقلال کے معنی یہ ہیں ، تاریخ اور سماج افغانستان کا گواہ ہے کہ دینی روح ،اسلامی روح ، ملی روایات اور انسانی حقوق یہ تین چیزیں وہاں کے استقلال کے معنی میں آتی ہیں۔سالمیت اور وحدت ، تاریخی افغانستان کی جغرافیائی وحدت اور تمام برادر قومیتوں کا بھائیوں کی طرح ، جیسا کہ ماضی میں رہے ہیں ، آپس میں زندہ رہنا، زندگی گزارنا اور تمام اس طرح جرگے کے معنی بھی آ جاتے ہیں اور تمام داخلی اور خارجی امور باہمی مشاورت سے طے کرنا ہے ۔ اس طرح یہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ امن ہو ، جو میں نے کہا کہ ان اہداف اور مقاصد کے ساتھ ہو ،صحیح امن ہو ۔ایک اور نقطہ جو بہت ضروری ہے ، وہ میں آپ کو بتا دوں۔ ہماری پارٹی کا اور یہ جو جس بھائی نے تجویز پیش کی، میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی پارٹی کی طرف سے ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں۔ ہمارا مقصد افغانستان میں امن ہے۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ان معنوں میں امن۔دنیا نے لاکھ کہا اور لاکھ کہے گی، اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حالانکہ ہم افغان ہیں۔ ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ افغانستان ہم سب کا، پختونوں ، افغانوں کا تاریخی ملک ہے لیکن اس وقت ہم پاکستانی ہیں اور وہ افغان ہیں۔ ہماری روایات اور ہمارے احساسات ، ہمارا تعلق جو ان کے ساتھ ماضی میں رہا ہے اس کو ہم نہ بھول سکتے ہیں اور نہ بھولنا چاہتے ہیں۔ اس سے ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان اور افغانستان ،مستقبل کے لئے اچھا ثمر، اچھا پھل خدا کرے کہ ہم پیدا کر

سکیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دوران لوگوں نے نہ معلوم کیا کیا کہا لیکن ہماری پارٹی کسی فریق کے ساتھ فریق نہیں بنی۔ ان کے آپس کے اندرونی جھگڑوں میں ہم نے مداخلت نہیں کی حالانکہ میں نے کہا کہ ہم بھائی ہیں۔ ہم اپنی روایات کے مطابق جب بھائی کے گھر میں بھی جاتے ہیں تو اجازت لے کر۔ کم از کم باہر کھڑے ہوکر کھانستے ہیں کہ ہم آ گئے ہیں۔ بہر حال ہم نے وہاں مداخلت نہیں کی۔ان کے اندرونی معاملات میں فریق نہیں بنے۔ کسی کے بھی فریق نہیں بنے، نہ کسی شخص کے، نہ کسی پارٹی کے، نہ کسی نسل کے اور نہ کسی علاقے کے۔ہم آج بھی اپنے اس موقف پر کھڑے ہیں اور آئندہ بھی کھڑے رہیں گے۔ البتہ اس کے معنی یہ نہیں کہ افغانستان کے معاملات سے ہم یا ہمارا ملک ، ہمارے پاکستانی بھائی بے اعتنا رہے۔ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ مداخلت نہ کرتے ہوئے ، فریق نہ بنتے ہوئے ہم امن اور امن کے معنی کے لئے ،جو مقاصد میں نے بتائے؛ اس کے حصول کے لئےجدوجہد کرتے رہے رہیں گے۔ افغانستان میں رہنے والے ہر افغان کی طرح ،دنیا کے امن پسند لوگوں کی طرح ہم بھی چاہتے ہیں کہ ان مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان کے لئے دعا کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق ہم سے جو کچھ ہو سکے تو وہ بھی کریں۔ البتہ ایک نکتہ یہاں ضرور بتا دوں کہ افغانستان مزید ایک منٹ کے لئے بھی۔فساد ، تشدد، جنگ اور جارحیت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔اس لئے ہماری دعا ہے اور ہماری حکومت پاکستان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ وہاں جلد ازجلد وہ امن قائم ہو جس کی کچھ تشریح میں نے کی ہے۔

جناب چیئرمین! افغانستان کے ماضی کی طرف میں نہیں جانا چاہتا بہت دور تک۔ جنگ کے سلسلے میں جو ۱۴ ، ۱۵ سال معاملہ رہا یا وہاں پر بیرونی مداخلت کے بعد جو کچھ ہوا اس میں بھی جانا نہیں چاہتا۔صرف یہ ضرور کہوں گا کہ وہاں کے خون ؛ وہاں کی ناموس کے ساتھ لوگوں نے جو کچھ کیا، وہاں کے باغات وہاں کے پھل اور پھول ، وہاں کی عزت اور دولت کے ساتھ جو کچھ کیا گیا۔ خدا کرے کہ اس کا اچھا نتیجہ سب کے لئے نکلے لیکن آج تک اس سے اپنے عزائم اور مقاصد کے لئے کام لیا گیا۔ ہم جو اس علاقے میں امن چاہتے ہیں۔ افغانستان کو پھر جنت نظیر دیکھنا چاہتے ہیں۔ سب سے یہی کہیں گے خصوصاً اپنی حکومت سے کہ وہ وہاں کے خون اور آگ کے اس کھیل سے نہ خود کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اور نہ کسی اور کو فائدہ اٹھانے دے بلکہ کوشش کرے کہ یہ سلسلہ بند ہو۔ تاریخ گواہ ہے کہ افغان عوام اپنے معاملات کو سنوارنا؛ سلجھانابہتاچھی طرح جانتے ہیں اس لئے اب پاکستان کو، ہم کو ، وزیر خارجہ صاحب تشریف فرما ہیں

اور ہماری حکومت حقیقت پسندی کی راہ پر چلتی ہوئی نظر آ رہی ہے، تو یہ حقیقت پسندی بھی کرے کہ افغانستان میں پختو حکومت بٹھانے سے گریز کرے۔ کسی کی نہ بن سکتی ہے اور نہ کوئی بٹھا سکتا ہے اور نہ کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ افغانستان میں دوست اور بھائی کی حکومت پاکستان اور ہمسایوں کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔ میں اپنے تجربے کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ آج افغانستان کی جو حالت ہے، جس میں عام جذبات اور احساسات یہ ہیں کہ پاکستان کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہے۔ اب بھائی کا فرض ہے کہ ان کو بھائی سمجھے اور ان کے ساتھ بھائی کی طرح معاملہ کرے۔ میں ان چند الفاظ کہنے کا موقع دینے اور غور سے سننے پر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی مولانا ستار نیازی صاحب۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی: جناب چیئرمین! ہمارے کچھ دوست افغانستان گئے ہیں۔ وہاں طالبان نے نظام قائم کیا ہے۔ وہاں پر امن ہے اور سلامتی ہے۔ جرائم ختم ہو چکے ہیں اور وہاں پر ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ شریعت کا نظام قائم کیا ہے۔ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ امن و سلامتی ہے اور بھائی چارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رستم کے آدمی بھی ٹوٹ کر ان سے آ ملے تو آخر کار وہ کامیاب ہوئے۔ میں خٹک صاحب کے ساتھ ہمنوا بنتے ہوئے کہوں گا کہ ہم افغانستان کے اندر بھائی چارے، اخوت اور محبت کو سامنے رکھ کر مذاکرات کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ڈاکٹر حیئ صاحب۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں بھی اس مسئلے پر اس طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کروں گا کہ افغانستان ہمارا ایک برادر ہمسایہ ملک ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان ہمیشہ بڑے قریبی تعلقات رہے ہیں۔ برادرانہ رشتہ رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ افغانستان کی تمام مشکلات کی وجہ ان گروپوں کے درمیان خانہ جنگی رہی ہے۔ اس میں سب بڑی وجہ بیرونی مداخلت ہے۔ کاش کہ یہ بیرونی مداخلت افغانستان میں نہ ہوتی تو شاید جو صورتحال انہیں مسلسل ۱۹۷۹ء سے درپیش ہے وہ نہ ہوتی۔ ہم سب کو اس بات کو محسوس کرنا چاہیئے کہ افغانستان کے عوام کی ایک تاریخ ہے۔ ان کی جدوجہد کی ایک طویل تاریخ ہے۔ وہ ایسے عوام ہیں جنہوں نے ہمیشہ اپنے وطن کا دفاع کیا ہے، اپنی sovereignty کو انہوں نے ہمیشہ اہمیت دی۔ ایک خود مختار، آزاد ملک کی حیثیت سے انہوں نے ہمیشہ

اپنے ملک کا دفاع کیا ہے۔ وہ بڑے خود دار لوگ ہیں۔ بد قسمتی یہ رہی ہے کہ کسی نہ کسی حوالے سے، بیرونی مداخلت کی وجہ سے وہاں خانہ جنگی طول پکڑتی رہی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جب یہ صورت حال افغانستان میں درپیش ہے کہ ایک پارٹی کہیں یا جو بھی اسے کہیں ، انہوں نے ایک حکومت بنا لی ہے اور ہماری پاکستان کی حکومت نے انہیں تسلیم کیا ہے تو میں ، اپنی حکومت سے بھی اور جو ان کے دوسرے ہمسایہ ممالک ہیں ، ان سب سے یہ گزارش کروں گا کہ افغانستان کے اندر مداخلت نہیں ہونی چاہیئے ۔ کسی قسم کی بیرونی مداخلت افغانستان کے عوام کے لئے پھر ایک چیلنج ہوگا ۔ اس لئے وہاں کوئی بھی مداخلت نہ کرے ۔اس سے وہاں امن کی ایک مستقل صورت نکل سکتی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ افغانستان کے عوام باشعور ہیں، جدوجہد کرنے والے لوگ ہیں اور انھیں اپنے معاشی، سیاسی مفادات کا تحفظ اور اپنی sovereignty ، ایک قوم کی حیثیت سے، ایک ملک کی حیثیت سے، عزیز ہے ۔ یہ مداخلت کا سلسلہ میں سمجھتا ہوں کہ بند ہو جائے اور افغانستان میں امن قائم ہو جائے تو ہم توقع کر سکیں گے کہ وہاں کے عوام مل کر ایک جمہوری معاشرہ قائم کرسکیں گے ،ایک ایسا معاشرہ جو دنیا کے جدید تقاضوں کو پورا کرے۔ وہ اس کے اہل ہیں۔ وہ ماضی میں بھی اپنے مسائل حل کرنے کے اہل تھے، مستقبل میں بھی وہ اس کے اہل ہوں گے بشرطیکہ بیرونی مداخلت نہ ہو ۔

میں اپنی حکومت سے یہ عرض کروں گا کہ اب جب کہ وہاں پر ایک حکومت بن چکی ہے تو یہاں پر جو لاکھوں افغان مہاجرین کی واپسی کا مسئلہ ہے اسے حل کریں ۔اس معزز ایوان میں پچھلی حکومت والے یہاں یہ کہہ چکے تھے کہ ہم مرحلہ وار ان کے شناختی کارڈ ، ان کی جائیداد، ان کے پاسپورٹ وغیرہ ضبط کرکے ان کو واپس افغانستان بھیجیں گے ۔ اب آپ کے علم میں بھی ہے جناب چیئرمین صاحب! کہ یہ بہت حساس مسئلہ ہے۔ بلوچستان کے لئے تو زندگی موت کا مسئلہ ہے کیونکہ وہاں کی معیشت ،وہاں کا امن وامان، وہاں کی ثقافت، سب کچھ تباہ ہوچکا ہے۔ مقامی لوگ وہاں روزگار کے لئے پریشان ہیں۔ ہیروئن کلچر کلاشنکوف کلچر نے وہاں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے، نہ صرف بلوچستان میں بلکہ اب تو صوبہ سرحد اور اسلام آباد بھی متاثر ہیں۔ کراچی بلکہ پنجاب کے اور بڑے شہر بھی متاثر ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اب جب وہاں ایک حکومت قائم ہوچکی ہے ، ہماری حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ چونکہ مردم شماری بھی کرانا چاہتے ہیں اخبارات میں بھی آ رہا ہے کہ نومبر اکتوبر میں مردم شماری کرائی جائے گی اور آپ کے علم میں ہے۔ جناب چیئرمین! کہ پچھلی دفعہ بھی مردم شماری کی بات کی گئی تھی۔ بلوچستان کی تمام سیاسی پارٹیوں نے مل کر اس وقت کی حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا

کہ ان افغان مہاجرین کی موجودگی میں وہاں مردم شماری کے لئے ہم تیار نہیں ہیں بلکہ مل کر احتجاج کیا تھا کہ مردم شماری افغان مہاجرین کی موجودگی میں نہیں ہونی چاہیے۔ ویسےبھی یہ اصولی بات ہے کہ غیرملکی جب کسی ملک میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہوں تو وہاں مردم شماری بے معنی ہو جاتی ہے۔ میرا موجودہ حکومت سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ اب وہ اس مسئلے پر توجہ دے تاکہ لاکھوں افغان مہاجرین باعزت طور پر اپنے وطن کو جاسکیں اور انہوں نے جو یہاں جائیدادیں خریدی ہیں' پاسپورٹ شناختی کارڈ وہ سب ضبط کئے جائیں تاکہ ایک اور مرحلہ پرامن طور پرطے ہو جائے اور پاکستان کے غریب عوام بالخصوص بلوچستان کے عوام' پورے ملک کے عوام سکون کا سانس لے سکیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ ڈاکٹر صاحب کافی ہو گیا ہے this is the last point of order جی مولوی سید امیر خان صاحب ۔ کافی ہوگیا ہےہمیں آگے بھی چلنا ہے۔

مولوی سید امیر خان۔ شکریہ جناب قائم مقام چیئرمین صاحب ! میں آپ کی وساطت سے حکومت پاکستان کی طرف سے' طالبان حکومت کو تسلیم کرنے پر وزیراعظم جناب محمد نواز شریف صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ انشاء اللہ حکومت طالبان پوری امت مسلمہ کے لئے امید کی ایک کرن ثابت ہوگی۔ اس لئے اسلامی کانفرنس تنظیم کے رکن ممالک کو چاہیئے کہ طالبان حکومت کو فوری طور پر تسلیم کریں اور اقوام متحدہ کے رکن ممالک سےتسلیم کرانے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ میں اپنی طرف سے اور ستر لاکھ آزاد قبائلی عوام کی طرف سے طالبان حکومت کے سربراہ امیرالمومنین مولانا محمد عمر کو بھی ان کی شاندار فتح پر مبارک باد پیش کرتا ہوںاور امید کرتا ہوں کہ ان کی راہنمائی میں پاکستانی اور افغانی عوام کے مابین اسلامی اخوت کا رشتہ مزیدمضبوط ہوگا۔ افغانستان میں آجکل جو امن' شریعت مطاہرہ کی وجہ سے آیا ہے' وہ بھی بے مثال ہے۔ ہر طبقے کو ان کے حقوق حاصل ہیں۔ جن کو شک ہو وہ جا کر دیکھ سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ مولانا صاحب ۔جی گوہر ایوب خان صاحب ۔

Mr. Gohar Ayub Khan: Mr. Chairman sir, before the honourable Senator is allowed on some other point of order, can I say something on this issue of Afghanistan.

Mr. Acting Chairman: Yes, please.

Mr. Gohar Ayub Khan: I am most grateful to you Mr. Chairman for giving me the opportunity and I thank all the honourable Senators who have risen to congratulate what has happened in Afghanistan and also the Government for recognizing, yesterday, the Taliban Government in Kabul. It appears that long agony in Afghanistan is over. One complete generation has known nothing but war and conflict and the entire area of Afghanistan was ravaged during the Soviet invasion and subsequently also. However, with the rapid advance of the Taliban; starting from the Kandhar region, you have seen that it was not regular conflict, it was not a gorilla war, it was not a military operation but, wherever they went, it was persuation, indoctrination, conviction after which the opposing sides surrendered to the Taliban.

The recent successes have even surprised most countries of the world. It was expected, when I spoke to the Taliban delegation who came here during OIC Summit meeting, their own assessment was that they would be able to consolidate their position on the whole country by August or September. But their movement just within 5/6 days collapsed all around, it shows that the people were worn out as a result and war weary, as a result, I think they were fed up with the lawlessness, with what was happening in Afghanistan. I think very small pockets are now left, may be in the Punjsheer valley and slightly more, which probably in the next few days or weeks, would also see peace. As I said earlier and as the honourable members have said before me that there is not a water channel in Afghanistan which is functioning, does not have a terrace which is up and where the stones have not been brought down. There are no valleys in which there are no land mines or even anti-tank mines. There is no factory, not that there were very many of them, that have not been destroyed,

into Afghanistan we have to even send and they take cement, rock salt, bricks , lime, let alone atta, wheat and other commodities that have to go from here. We will have to appeal to the International Community and the Afghan Government themselves for reconstruction, rehabilitation of their communications, of their power stations, of their telecommunications, of their water channel to give them seed, bring about agriculture, the orchards , as Senator Ajmal Khan Khattak has said , a country that was beautiful and today has faced the ravages of war. We will also be trying to persuade the refugees, who are approximately 1.4 million in Pakistan, to gradually move into Afghanistan as peace has been restored.

Mr. Chairman as you may well be aware that wherever the Taliban are , there is peace. You might be surprised that though in Pakistan we have 1.2 million clashnicoves fully automatic unlicenced weapons, in Afghatnistan wherever the Taliban control is, there is no illegal weapon there. They have taken the weapons from the people and brought peace. So one can see that there would be peace . There is not doubt that Central Asian Republics bordering on to Afghanistan are slightly nervous today like Turkmanistan, Uzbekistan, Tajikstan. We will try and allay their fears or their apprehensions that there is no mass movement of refugees like Uzbec or Tajik Afghans moving into Uzbekistan or Tajikstan. We will try and convince them that this is not so and probably they would not need much convincing but however, the Foreign Ministry of Pakistan, we will soon send one of our Assistant Secretary who has been dealing with the region through the Afghan cell that was created in the Ministry of Foreign Affairs to go to the Central Asian Republics and later, after a few weeks, personally I might go myself to convince them of the necessity to support the Taliban and bring about peace in the area so that there is no intervention there. With this I thank you sir, and we

find that when peace being restored in Afghanistan, ideas that we have of taking our roads through Afghanistan to connect into Central Asia. The Railway line that was planned to go into Central Asia to connect to their railway system. The oil and gas pipelines from Turkmanistan skirting western Afghanistan and through Balochistan coming into Pakistan or electricity etc. And the other trade from Pakistan into Central Asian Republics or the Central Asian Republics trade which is now going through former Russia, now the Russian Republic starts flowing through Afghanistan and through Pakistan to bring about prosperity in the region. We will require tremendous efforts, the international community will have to chip in, not only the Afghan Government themselves have to make concerted efforts and also have funding for the reconstruction and rehabilitation but Pakistan would do whatever it can to assist in the matter. Thank you very much.

Mr. Acting Chairman: Now we go to the item No 2 which is the commenced motion. The motion has already been moved.

کوئی اس پر کچھ کہنا چاہے گا۔

جناب خدائے نور، جناب چیئرمین! یہ موشن موو تو راجہ صاحب نے کی ہے اگر آپ اجازت دیں اس پر تو کچھ کہوں ۔ کیونکہ یہ امن و امان کا مسئلہ وہاں پر پچھلی حکومت کا پیدا کردہ ہے ۔ اس پر چیئرمین صاحب ' اگر آپ اجازت دیں تو ہم بول سکیں ۔

COMMENCED MOTION

Re: CRITICAL LAW AND ORDER SITUATION AT SUI IN BALUCHISTAN.

جناب قائم مقام چیئرمین : جی خدائے نور صاحب۔

جناب خدائے نور : جناب سوئی کا مسئلہ بہت پرانا ہے ۔ یہاں پر ہم سے پہلے

ہمارے سابق سینیٹروں نے بھی اور راجہ صاحب نے بھی ایک مشترکہ تحریک پیش کی تھی ۔ اس کے لئے جمہوری وطن پارٹی نے 1995ء سے باقاعدہ ایک جمہوری انداز میں سوئی میں امن و امان کے حوالے سے ، سوئی میں امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے ایک جمہوری راستہ اختیار کیا تھا۔

جناب چیئرمین! یہ مسئلہ کیوں پیدا ہوا ، کس نے پیدا کیا ، اصل سوچنے کی بات یہی ہے۔ چالیس سال سے سوئی سے گیس پورے پاکستان کو مہیا ہو رہی ہے ۔ پچھلے چالیس سال میں کبھی بھی، یہ تاریخ گواہ ہے، لوگ گواہ ہیں کہ وہاں پر سوئی گیس کے فیلڈ میں ایک دن کے لئے بھی نہ امن و امان میں خلل آیا اور نہ کسی نے یہ جرأت کی کہ ان کو کوئی نقصان پہنچائے۔ امن و امان اپنی جگہ برقرار تھا لیکن اس کو خراب کرنے میں ہماری پچھلی حکومت نے پتہ نہیں کس لحاظ سے ، کیوں انہوں نے وہاں امن و امان خراب کرنے کی کوشش کی۔ اصل background یہ ہے کہ مزدوروں کی ایک یونین نے چند مطالبات پیش کئے ۔ جناب چیئرمین! وہ مطالبات، میں یہ کہوں گا کہ وہ مطالبات نہیں تھے بلکہ ان کا حق تھا۔ سوئی میں رہتے ہوئے، گیس کی پائپ لائن ان کے گھر سے گزرتی تھی لیکن ان کو گیس مہیا نہیں ، وہ اس سے محروم ہیں۔ پانی ، یعنی اس دور میں، اس سائنسی دور میں اور پھر ایک ایسے حساس علاقے میں جہاں سے پورے ملک کو گیس مہیا ہو رہی ہے، وہ پانی کے لئے ترس رہے ہیں۔ پینے کا پانی ان کے لئے نہیں تھا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ہی ساتھ ہزاروں کی تعداد میں ملازمین کے لئے ایک چھوٹی سی ڈسپنسری بھی نہیں تھی، ان کامطالبہ تھا کہ ہمارے لئے ان چیزوں کو مہیا کیا جائے، ہمیں یہ چیزیں دی جائیں جو ہمارا حق ہے۔ بجائے اس کے کہ ان کو ان کا حق دیا جاتا، ان یونین والوں کے، ان عہدے داروں کے خلاف کارروائیاں میں مختصر بیان کروں گا، تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کئے گئے کہ ان کو پکڑو، یہ دہشت گرد ہیں۔

بات یہاں تک نہیں آئی، بات صرف یہ تھی کہ چونکہ وہ علاقہ جس کا سربراہ، جس کا نواب، نواب محمد اکبر خان بگٹی تھا۔ پچھلی حکومت ان کو نیچا دکھانے کے لئے آئے دن، آخر وقت تک، پھر اس دن تک جب وہ حکومت ختم ہوئی، وہاں ان کے خلاف سازشیں کرتی رہی۔ نواب اکبر خان بگٹی کے بیٹے کے قاتل جوکہ انہی کے دور میں، پیپلز پارٹی کے دور میں، میں کہوں گا کہ وہ دور جو نگران حکومت کا تھا، جس میں بلخ شیر مزاری نگران وزیر اعظم تھے وہ بھی انہی کا نامزد کردہ وزیر اعظم تھا۔ ان کے دور میں وہاں ان لوگوں کو نکال کر پشاور لے جایا گیا۔ اکبر خان بگٹی

کے بیٹے کے قاتلوں کو وہاں سے پشاور لے جایا گیا، پشاور میں کچھ دن رہے لیکن چونکہ غیور پٹھان بھائی بھی شاید کلاشنکوف رکھتے تھے، یہ بھی کلاشنکوف رکھتے تھے۔ ان کا وہاں گزارا نہیں ہوا۔ انہوں نے خود کہا کہ یہاں ہماری دال نہیں گلے گی ہمیں یہاں سے شفٹ کرو۔ وہاں سے ان کو لا کر کے گجرات میں آباد کیا گیا۔ احمد مختار صاحب نے ان کی ذمہ داری لی۔ وہاں پر بھی دال نہیں گلی۔ ملتان میں لا کر کے آباد کیا۔ ملتان میں جناب چیئرمین! ان لوگوں نے پانچ بےگناہ لوگوں کو ایک معمولی بات پہ کلاشنکوف سے بھون ڈالا تو ان کے خلاف جلوس نکلے، ان کو حکومت نے، یہاں کی حکومت پنجاب نے تحفظ کے لئے جیل میں رکھا۔ اخباروں میں خبر آئی کہ بیس کلاشنکوف ان دہشت گردوں کے قبضے سے نکلی ہیں لیکن کیا ہوا کچھ بھی نہیں، آخر وقت تک کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ ایک کلاشنکوف نکلنے پہ شیخ رشید کو پانچ سال کی سزا ہوئی لیکن وہاں بیس کلاشنکوف نکل آئے، ہوا کچھ بھی نہیں۔ ان کو پھر وہاں سے لےکر سوئی کی انتظامیہ کے حوالے کیا گیا۔ پھر وہاں آ جاتا ہوں۔ ایک دن غیر اعلانیہ کرفیو وہاں سوئی میں لگا دیا گیا۔ لوگ حیران تھے کہ ہوا کیا، بات کیا ہے، یہ آج اتنی فوج کی آؤ بھگت، بھاگ دوڑ کیوں ہو رہی ہے۔ پی اے ڈیرہ بگٹی، کمشنر سبی ڈویژن خود استقبال کے لئے کھڑے ہیں، سب لوگ حیران ہیں کہ یہ کون آ رہا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے، پیپلز پارٹی کی حکومت کی دور کی بات بتا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین! تو دیکھتے ہیں کہ ایک قافلہ آیا جس میں وہی دہشت گرد، ملتان کے لوگوں کے قاتل پولیس، FC اور رینجر کی protection میں ان کو وہاں لایا گیا۔ یعنی امن و امان برقرار رکھنے کے لئے، ان کی ضرورت کیا تھی وہاں لانے کے لئے لیکن امن و امان مقصد نہیں تھا، امن و امان خراب کرنا مقصد تھا۔ سرکاری بنگلوں پہ قبضہ کرایا گیا۔ جنرل منیجر سوئی گیس، انہوں نے گورنمنٹ کو لکھا ہے۔ کہ ہمارے 35 بنگلوں پر ان لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ اور 35 بنگلوں میں کوئی 45 لاکھ روپے ان لوگوں کے ہیں جو اس میں پہلے رہ رہے تھے۔ ان کو بے سروسامانی کے عالم میں گھروں سے نکالا۔ انہوں نے ڈیمانڈ کی گورنمنٹ آف پاکستان سے اور پولیٹیکل ایجنٹ ڈیرہ بگٹی کو اس کی کاپیاں دیں جو ہم نے یہاں پریس کانفرنسوں میں بھی دکھائیں۔ 35 بنگلے آج بھی ان کے قبضے میں ہیں اور وہاں کوئی آٹھ ہزار ایف سی ان کی حفاظت کے لیے ہے۔ کہا تو یہی جاتا ہے کہ فیلڈ کو protection دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ چالیس سال میں ایک واقعہ بتایا جائے کہ وہاں گیس کے کسی کنوئیں کو نقصان پہنچایا گیا، ہرگز نہیں۔ اب

protection کی کیا ضرورت ہے ۔ Protection گیس کو نہیں ، protection ان دہشت گردوں کو دی جا رہی ہے۔ جناب چیئرمین ! اب 1997 میں میاں نواز شریف کی حکومت آئی ۔ ہم بھی ان کے اتحادی ہیں ۔ ہم نے اس کو خوش آمدید بھی کہا۔ تعاون کا یقین بھی دلایا ۔ تعاون کر بھی رہے ہیں ۔ Treasury بینچوں پر ان کے ساتھ بیٹھے ہیں ۔ لیکن افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑتا ہے ، ہم تو یہ سمجھے تھے کہ اب وہاں زخموں پر مرہم لگانے کے لیے آئے ہیں لیکن بجائے مرہم لگانے کے وہی protection ان لوگوں کو ہماری حکومت بھی دے رہی ہے۔ بار بار کہنے کے باوجود وہی دہشت گرد جو کورٹ کو مطلوب ہیں، وہ وہاں بیٹھے ہیں کوئی ان کو آج بھی گرفتار نہیں کر سکتا ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ۔ گلہ اپنوں سے ہوتا ہے۔ یہ گلہ میں ضرور کروں گا کہ اب تو ان کو گرفتار ہو جانا چاہیئے تھا۔ وہ murder کیس میں عدالت کو مطلوب ہیں ۔ان کے تین چار ساتھیوں کو پھانسی کی سزا ہوئی ہے لیکن وہ وہاں پھر رہے ہیں ۔ کوئی ان کو آج بھی کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ آج بھی انہی بنگلوں پر قابض ہیں ۔ آج بھی وہی protection ان کو حاصل ہے ۔ میں کیا بتاؤں جناب چیئرمین ! پچھلے دنوں میں ہماری حکومت نے شاید کوئی کوشش وہاں کی کہ ان کو گرفتار کیا جائے ۔ لیکن ان کی طرف سے جو دھمکی ان کو دی گئی یہ میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں ۔ حکومت پاکستان کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں ، میاں صاحب کی حکومت کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں ۔ ان دہشت گردوں نے یہ دھمکی دی کہ اگر ہمارے ایک آدمی کو بھی گرفتار کیا گیا یا خان محمد کلپر کو گرفتار کیا گیا جو ان کا وڈیرہ ہے یا ان کے کسی فرد کو گرفتار کیا گیا ، یہ یاد رکھیں کہ حکومت کو چیلنج کر رہے ہیں وہ دہشت گرد ، امن و امان کو خراب کرنے والے ، انہوں نے کہا کہ اگر ان کو گرفتار کیا تو ہم اس فیلڈ کو ، اس پوری سوئی گیس فیلڈ کو اڑا دیں گے ۔ ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ پڑا ہے ۔ کمشنر سبی ڈویژن نے میرے ساتھ ٹیلیفون پر بات کی اس نے کہا کہ میں لکھ کر دینے کو بھی تیار ہوں کہ اگر کسی کو گرفتار کیا تو ہم اس کو اڑا دیں گے اور پنجاب کے چولہوں کو بجھا دیں گے ۔ وہاں چولہا نہیں جلے گا۔ تو میرے خیال میں شاید حکومت اس دھمکی سے کچھ پریشان ہوئی اور انہوں نے شاید اسی واسطے کوئی کارروائی نہیں کی۔ میں یہ کہنا چاہتاہوں کہ یہ حکومت ہے ، امن و امان برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہر ایک ایسے ہی، اسی طریقے سے دھمکیاں دیتا رہے تو پھر حکومت کرنا، قانون کی بالا دستی قائم رکھنا ناممکن ہے۔ ناممکنات میں سے وہ چیز ہو گی۔ جناب چیئرمین!

میں یہ کہتا ہوں کہ وہاں امن و امان قائم ہونا چاہیئے ۔ امن و امان اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ وہاں دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے ۔ آمنے سامنے دہشت گردی کر رہے ہیں ۔ میں نے تفصیل سے نہیں بتایا اگر میں تفصیل سے بتانا چاہوں تو جناب چیئرمین! آپ کا پورا وقت میری تقریر میں ختم ہو جائے گا ۔ لیکن میں مختصراً بتا رہا ہوں کہ وہاں موجودہ دور میں بھی حالات خراب ہیں ۔ میں اپنی حکومت سے ، موجودہ حکومت کو میں اپنی حکومت ہی سمجھتا ہوں ، یہ مطالبہ کروں گا کہ خدا را ! پچھلے ادوار کی طرح آپ بھی ویسے ہی نہ کریں ۔ وہاں امن و امان قائم کریں اور ان دہشت گردوں کو وہاں سے نکالیں اور ان کو اپنے کیفرکردار تک پہنچائیں جو کچھ انہوں نے کیا ۔ بلوچستان کے سابق گورنر بھی ان کی پشت پر تھے اور آخر وقت تک ان دہشت گردوں کی پشت پناہی کرتے رہے ، بجائے اس کے کہ ان سے غیرقانونی اسلحہ جمع کرواتے ان کو پیپلز پارٹی کے کہنے پر ، نصیر اللہ بابر نے جو انچارج تھے وہاں بیٹھ کر کلاشن کوف کے پرمٹ جاری کئے ۔ نصیر اللہ بابر اور سابق گورنر اس ڈیرہ بگٹی فیلڈ کے ڈیرہ بگٹی کے علاقے کے انچارج تھے ۔

لہذا جناب چیئرمین! وہاں امن و امان کی حالت آج بھی وہی ہے جو پچھلے دور میں تھی اور امن و امان برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے ، وہاں امن و امان کو برقرار رکھا جائے۔ میں آخر میں صرف یہ عرض کروں گا کہ میں نے بطور سیکریٹری جنرل، جمہوری وطن پارٹی کے، اس وقت میں سینیٹر نہیں تھا ، ایک ریفرنس چیف احتساب کمشنر صاحب کے دفتر میں 16-12-1996 کو داخل کرایا ۔ اس میں یہی حوالہ دیا کہ بیت المال سے چھ کروڑ روپے نکال کر ان دہشت گردوں میں تقسیم کئے گئے اور جب انکوائری ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یہ رقم ڈھائی تین ہزار لوگوں میں تقسیم ہوئی ہے ۔ جب مزید تحقیق ہوئی تو پتا چلا کہ پندرہ ، بیس آدمیوں کے انگوٹھے لگے ہوئے ہیں ۔ ایک انگوٹھا یہاں ہے تو دوسرا انگوٹھا تیسرے صفحے پر ہے ، کسی کا نمبر شمار 5 پر ہے تو کسی کا 22 پر ہے ۔ ایف آئی اے والوں نے خود انکوائری کی کہ پندرہ یا بیس آدمیوں کے انگوٹھوں کے نشان ہیں لیکن کوئی ڈھائی تین ہزار انگوٹھے لگے ہوئے ہیں ۔ ان دہشت گردوں کے لئے بیت المال سے پیسے لے کر دیئے گئے تاکہ یہ امن وامان کو صحیح سمت میں نہ لائیں بلکہ بگاڑ پیدا کریں۔ تین کروڑ روپے گورنر بلوچستان کے ذریعے اور تین کروڑ روپے نصیر اللہ بابر کے ذریعے دیئے گئے ہم نے چیکس کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں چیف احتساب کمشنر صاحب کے حوالے ثبوت

کے ساتھ کی ہیں اور پچھلے دنوں میں پھر چیف احتساب کمشنر صاحب سے ملا کہ میرے اس ریفرنس کا کیا ہوا جو میں نے پانچ ماہ پہلے داخل کیا تھا ابھی تک کچھ نہیں ہو رہا۔ انہوں نے پھر یقین دلایا کہ اس پر کارروائی ہوگی۔ لہذا امن و امان برقرار رکھنا ایسے نہیں ہوتا جیسا یہ کہا جاتا کہ پیسے ان کو دیں، دہشت گردی کو ہوا دیں۔ہم بھی امن و امان کے حق میں ہیں ۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ پورے ملک میں ہر جگہ امن و امان رہے ، ہر ضلع اور ہر تحصیل میں رہے ہم ان کے ساتھ تعاون کریں گے ۔ امن و امان قائم رکھنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے اپنی حکومت سے ایک بار پھر یہ کہوں گا کہ وہ اس طرف توجہ دیں اور حالات کو وہاں بگاڑنے سے روکیں اور ان کو صحیح ڈگر پر لائیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ، ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ جناب والا ! میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ چونکہ یہ موشن 20 اگست 1995 سے چل رہا ہے اور اس پر بہت سے دوست گزشتہ ایوان میں بول چکے ہیں لہذا یہ نئے سرے سے اٹھائیں گے یا یہ کوئی نیا طریق کار ہے یا وہی لوگ جو پہلے بول چکے ہیں دوبارہ بولیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ یہ مسئلہ نئے طریقے سے نہیں اٹھایا جا رہا ، جو بول چکے ہیں وہ نہیں بول رہے ۔ آپ تشریف رکھیں ، بزنجو صاحب۔

جناب محمد طاہر بزنجو۔ جناب چیئرمین! سوئی میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوا ۔ درحقیقت وہ حکمرانی کے آداب سے نا واقف، ہمارے حکمرانوں کی منفی ، بچگانہ اور طفلانہ پالیسیوں کی وجہ سے پیدا ہوا۔ اگر تھوڑی بہت بھی بصیرت اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا جاتا تو سوئی میں امن و امان کا یہ مسئلہ ہرگز پیدا نہ ہوتا ، لیکن وہاں پر طاقت کا استعمال کیا گیا۔ بدقسمتی سے اس وقت کی وفاقی حکومت اپنے گورنر کے توسط سے قبائلی تنازعات میں فریق بن گئی جس کے نتیجے میں حالات بگڑتے گئے یقیناً اگر گورنر بلوچستان کی یہ خواہش نہ ہوتی تو جناب چیئرمین! میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اسے ایک ڈرم شراب بھی پلایا جاتا تو بھی وہ قبائلی مسئلوں میں، قبائلی تنازعات میں فریق نہیں بنتا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فریق بننے کے نتائج کیا نکل سکتے ہیں۔ بلکہ اقتدار کے نشے میں مست گورنر صاحب اتنے حد تک آگے گئے کہ اس سے اس کی سوچ کا

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ستمبر 1995ء میں پشین کے مقام پر ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بلوچستان کے عوام کی خدمت کے لئے بھیجا ہے، لیکن بلوچستان کے عوام جانتے تھے کہ ہمارے گورنر صاحب درحقیقت لیفٹیننٹ رابرٹ سنڈیمن کا رول ادا کر رہے ہیں۔ جناب والا! اس لئے ہمارا یہ اصولی موقف ہے کہ گورنر چاروں صوبوں کے ان افراد کو مقرر کرنا چاہیئے جو اس مخصوص وحدت سے، اس مخصوص صوبے سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو اس مخصوص صوبے کی تاریخ، نفسیات، رسم و رواج، سیاسی اور قبائلی حالات کا ادراک رکھتے ہوں اور ان سب باریکیوں اور پیچیدگیوں کو جناب والا! اس مخصوص وحدت سے تعلق رکھنے والا شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے ہمارا یہ موقف آج بھی موجود ہے کہ گورنر جو صوبوں میں وفاق کی نمائندگی کرتے ہیں اس وحدت سے ان کا تعلق ہونا چاہیئے۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ جب بھی وفاق سے گورنر دوسرے وحدتوں سے مقرر کئے گئے تو نتیجے کے طور پر اس صوبے کے حالات سے اس صوبے کی تاریخ سے، اس صوبے کے عوام کے رسم و رواج سے، اس صوبے کے قبائلی حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے انہوں نے اس قسم کی پالیسیاں اختیار کیں جس کی وجہ سے قبائلی کشت و خون پیدا ہوا۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ جی۔ جی ڈاکٹر حئی بلوچ صاحب آپ بھی بولنا چاہیں گے۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جی جناب چیئرمین صاحب۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اچھا صرف پانچ منٹ ہیں آپ کے پاس۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ ۔جناب چیئرمین صاحب! شکریہ۔ جیسا کہ اس معزز ایوان میں امن و امان کے مسئلے پر ہمیشہ بحث و مباحثہ رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ امن و امان کا مسئلہ سوئی میں ہو یعنی ضلع ڈیرہ بگٹی میں ہو یا بلوچستان کے کسی اور حصے میں ہو یا پورے ملک میں کسی اور جگہ پر ہو بنیادی بات امن و امان کے سلسلے میں یہ کہی جا سکتی ہے کہ ہمارے ملک میں rule of law نہیں ہے، قانون کی حکمرانی نہیں ہے، قانون کی بالا دستی نہیں ہے اور ہمیشہ قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی رہی ہیں اور جو لوگ برسر اقتدار ہوتے ہیں، اقتدار سے قریب ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے آپ کو قانون سے بالا تر سمجھتے ہیں میں حیران ہوتا ہوں کہ یہاں قانون صرف عام آدمی کے لئے

ہے، عام شہری کے لئے ہے اور مراعات یافتہ طبقہ، وہ قوانین بنا تو لیتے ہیں، قوانین بنانے کا اختیار تو ہے انہیں کیونکہ حکمران طبقہ ہے مگر قوانین پر عمل درآمد کے لئے صرف وہ دوسروں کونصیحت کرتے ہیں، خود وہ اس پر عملدرآمد نہیں کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ملک کے اندر آپ کو دو طرح کے نظام ملیں گے۔ میں ایک مثال سے اس کی وضاحت کرتا ہوں کہ اگر عام شہری سے ایک چاقو بھی بر آمد ہو جائے تو اس کو 13d کے تحت گرفتار کر کے پابند سلاسل کیا جاتا ہے جبکہ بڑے لوگ درجنوں کے حساب سے کلاشنکوف ، راکٹ لانچر اور ایسے ہتھیار جن کے ہم نام تک نہیں جانتے، جو ممنوعہ ہیں اور وہ کسی کے پاس نہیں ہونا چاہیئے، وہ رکھتے ہیں اور جدھر چاہیں لے جائیں ، ان پر کوئی پابندی نہیں ہے تو یہ عجیب سی صورتحال ہے۔ جناب والا! ایک عام شہری جو اپنا خود تحفظ نہیں کر سکتا ہے وہ سب سے زیادہ متاثر ہو رہا ہے۔

جناب والا! میرے نزدیک دوسری وجہ بے روزگاری ہے ۔ جناب والا! بے روزگاری اور مہنگائی نے امن و امان کے مسئلے کو اور زیادہ خراب کر دیا ہے ۔ بلوچستان کے لوگ اس مسئلے پر حقیقت پسند ہیں کہ سوئی گیس جو 1951 میں سوئی کے علاقے سے نکالی گئی تھی وہاں کے لوگ اب تک سوئی گیس کی سہولت سے محروم ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ یہ سن کر حیران ہونگے کہ سوئی گیس کے ایریا میں سوائے چوکیدار کے کوئی اور آدمی ملازمت میں نہیں ملے گا ۔ ٹھیکیدار تک کے لوگ بھی باہر سے آتے ہیں اور یہ عجیب سی پالیسی ہے کہ کوئٹہ جو کہ بلوچستان کا صوبائی دارالخلافہ ہے، اسے بھی چند سال پہلے گیس ملی تھی اور کوئٹہ کے آس پاس کا جو علاقہ ہے، وہاں اب بھی گیس نہیں ہے ۔

جناب والا! سارے ملک کے لوگ اس گیس سے مستفید ہو رہے ہیں سوائے بلوچستان کے اور یہ عجیب المیہ ہے کہ نہ صرف ہم گیس کی سہولت سے محروم ہیں بلکہ اس کی establishment جس پر کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں اس میں بھی ہماری کوئی نمائندگی نہیں ہے چاہے یہ Sui Southern Gas ہو یا Northern Gas Company اس میں بلوچستان کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ یہ واحد establishment ہے جس میں ڈرائیور کی تنخواہ دس پندرہ ہزار روپے سے کم نہیں ہے اور جو اس کے آفیسر وغیرہ ہوتے ہیں ان کی تنخواہیں دو لاکھ تک ہیں ۔ میرا خیال ہے پاکستان میں کوئی ایسا establishment نہیں ہے جس میں ملازمین کو تنخواہیں اتنی زیادہ ملتی ہیں لیکن ان ملازمتوں میں بلوچستان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں اس معزز ایوان سے

گزارش کرتا ہوں کہ بلوچستان کو گیس کی آمدنی well-head سے ملنی چاہیے جیسے کہ صوبہ سرحد کو بجلی کی آمدنی اس کے source سے ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اس حوالے سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ تمام قومی وحدتوں میں، چاہے وہ بلوچستان ہو، صوبہ سرحد ہو، پنجاب ہو، سندھ ہو جو بھی کوئی وسائل ہوں، وہ معدنی وسائل ہوں، سمندری وسائل ہوں، زمینی وسائل ہوں تو سب سے پہلے ان پر اس صوبے کا حق بنتا ہے جس سے وہ وسائل نکلتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ حیران ہوں گے کہ سوئی سے آپ کشمور تک جائیں آپ جا نہیں سکتے ہیں، سوئی سے آپ ڈیرہ مراد جمالی نہیں آ سکتے کیونکہ روڈ بھی metalled نہیں ہے۔ یہ حیران کن بات ہے کہ جو صوبہ کسی source یا آمدنی کا ذریعہ ہے وہ تمام سہولیات یعنی سکول، ہسپتال، بجلی وغیرہ انہیں میسر نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وفاقی حکومت کو اب اپنی پالیسی کو بدلنا چاہیئے کہ وسائل کا پہلا حق ملکیت ان صوبوں کا ہے جہاں سے وہ وسائل نکلتے ہیں۔ جب تک آپ اس اصول کو تسلیم نہیں کریں گے تو یہ بے چینی اور یہ بدحالی رہے گے اور یہ لوٹ کھسوٹ کا نظام ہمارے اوپر مسلط رہے گا اور اس سے امن و امان کی فضا بھی متاثر ہو گی۔ آج بھی Sui Southern اور Northern Gas Company میں ہزاروں کی تعداد میں ملازمین کام کر رہے لیکن جو بلوچستان کا 5% کوٹہ ہے وہ وہاں پر نہیں ہے سوائے چند چوکیداروں کے تو کیا یہ افسوسناک نہیں ہے کہ ہمارے انجینئرز اور ہمارے ڈاکٹرز، ہمارے لوگ جو ہیں وہ روزگار کے لئے ترس رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بلوچستان میں ایک اسٹیبلشمنٹ ہو اور اس کا فائدہ ان کو نہ ہو۔ یہاں تک چیئرمین صاحب! کہ Sui Southern Gas کا جو ہیڈکوارٹر ہے وہ بھی ابھی تک کراچی میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو کراچی کی بجائے کوئٹہ میں ہونا چاہیئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو سہولت اور آسانی ہو۔ یہ ساری ہماری مشکلات ہیں۔ اور دوسری بات میں یہ عرض کروں کہ بلوچستان کے ساتھ یہ بھی زیادتی ہے کہ گورنر ہمیشہ دوسرے صوبوں سے لایا جاتا ہے۔ پنجاب میں پنجاب کا گورنر، سندھ میں سندھ کا گورنر، صوبہ سرحد میں صوبہ سرحد کا گورنر، یہ عجیب منطق ہے کہ بلوچستان کے لئے ایک الگ قانون بنادیا ہے، ایک الگ طریقہ کار، ایک الگ روایت بنائی ہے کہ گورنر باہر سے آتا ہے۔ جناب یہ زیادتی ہے بلوچستان کے ساتھ، بے انصافی ہے اور وفاقی حکومت نے بھی ابھی تک ایک وزیر بلوچستان سے نہیں لیا تو یہ کتنی بڑی زیادتی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ٹھیک ہے جی۔ شکریہ جناب۔ کیونکہ یہاں پر ابھی

concerned Minister موجود نہیں اس لئے اس کو ہم ڈیفر کرتے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں آئیٹم نمبر 3 پر۔ راجہ صاحب کیا اس آئٹم نمبر 3 پر مزید بحث کرنی ہے۔

راجہ محمد ظفر الحق۔ جناب یہ اس وقت کی بات ہے جب کیئر ٹیکر حکومت تھی۔ تو یہ موشن دیا گیا تھا' اب تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آگے چلیں۔

Mr. Acting Chairman: So, it is treated as discussed. Now, item No.4, Mian Raza Rabbani Sahib.

جناب تاج حیدر۔ جناب چیئرمین! اگر دو منٹ کا وقت عنایت فرمائیں کیونکہ وہ ابھی تیار ہیں اور آنے ہی والے ہیں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ جناب اگر پہلے Resolution کر لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ یہاں پر بھنڈر صاحب بھی نہیں' رضا ربانی صاحب بھی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر صفدر علی عباسی۔ جناب میری ایک عرض سن لیں کہ motions کو فی الحال pending کر دیں اور ہم Resolution پر چلے جاتے ہیں' آپ عالی صاحب کی Resolution لے لیں۔

Mr. Acting Chairman: O.K. Now, item No.8, Aali sahib.

RESOLUTION: Re: PROVIDING QARZ-e-HASNA TO AUTHORS.

Mr. Jamiluddin Aali: Sir, I beg to move that if this House is of the opinion that the authors writing in any Pakistani Language should be provided with Qarz-e-Hasna not exceeding Rupees two lacs, for publication of a book, recoverable in 6 equal monthly installments beginning one year after the publication of the book.

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی obviously ایک اچھی قرار داد ہے کہ اس میں نہ کوئی حزب اقتدار مخالفت کرے گی نہ حزب اختلاف اس کی اصولی مخالفت کرے گی۔

Mr. Acting Chairman: Whether Minister for Education opposes it?

جناب اصغر علی شاہ۔ نہیں جناب میں اس کو اپوز نہیں کر رہا ہوں۔

جناب جمیل الدین عالی۔ جناب انہوں نے تائید فرمائی' ان کی بہت مہربانی جناب۔ میں نہایت ممنون ہوں وزیر تعلیم کا' مجھے یہی امید تھی اور میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ میں نے غیر رسمی طور پر جناب وزیر خزانہ سے بھی یہ گفتگو کی تھی پرسوں تو انہوں نے اس وقت بھی اس کی تائید کی تھی غیر رسمی طور پر۔ لیکن for record میں یہ عرض کردوں جناب کہ اب بہت دنوں سے ایسا ہو رہا ہے کہ ناشرین جو ہیں وہ کوالٹی بکس بہت دیر میں چھاپتے ہیں یا ان کو اچھی طرح نہیں چھاپتے اور authors کو کوئی royalty نہیں دیتے اور بہت ہی سنسنی خیز ادب اور even photographic ادب ' اور مذہبی تنازعات کا ادب ' یعنی جتنا بھی برا ادب ہے' جس کو میں ادب تو نہیں کہہ سکتا' وہ زیادہ چھپ رہا ہے اس ملک میں اور تخلیقی ادب' تنقیدی ادب' تاریخی ادب' یہ بہت کم چھپ رہا ہے' اس لئے کہ اس کے مصنفین نہ تو کسی کی خوش آمد کرتے ہیں' خودار لوگ ہوتے ہیں' محنت کرکے' تحقیق کرکے' یونیورسٹیوں سے Ph.D لیتے ہیں۔ جناب اگر آپ دیکھیں' U.G.C. سے اگر آپ تحقیق کرائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم اس وقت اس ملک میں 500 Ph.D کے مقالے جن کو Ph.D Award ہوچکا ہے وہ کم از کم 500 مقالے غیر مطبوعہ پڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں ۔ حالانکہ میں تخلیقی ادب کا طرف دار ہوں ۔ ان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پچھلے پندرہ برسوں میں کم از کم 150 billion Rupees مختلف حکومتوں کے زمانے میں ایسے قرض دیئے گئے کہ جن کی واپسی اس وقت حکومت کے لئے مشکل ہو رہی ہے اور جو کہ ہماری اقتصادی تاریخ کا سب سے بڑا سکینڈل بنا ہوا ہے ۔ نہ صرف ہماری اقتصادی تاریخ کا بلکہ ہندوستان سمیت 150 billion ڈالر ایسے لوگوں کو دیئے گئے ہیں' ان ہی بنکوں سے اور انہی حکومتوں کے دور میں اور اشاروں پر جو واپس نہیں آرہے ہیں اور economy تباہ ہو رہی ہے ۔

جناب اس تناظر میں آپ دیکھئے کہ آپ کوکسی author پر' کوئی دس ہزار کا قرضہ بھی نہیں ملے گا جب کہ میں جانتا ہوں کہ authors نے قرضے لئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی کتابیں چھاپی ہیں اور قرضے واپس کئے ہیں ۔

جناب والا! 1988 میں جب میں بکنگ کونسل میں ملازم تھا ، جو میری ملازمت کا آخری سال تھا اس وقت کی وزارت خزانہ نے میری درخواست منظور کی تھی۔ آپ وفاقی بجٹ 1988 کی تقریر ملاحظہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دو کروڑ روپے مختص کئے گئے، اس مقصد کے لئے۔ اس میں سے پچاس ہزار روپے قرضہ حسنہ فی مصنف اس کی ذاتی ضمانت اور ایک سادہ ضمانت پر دے دینے کا فیصلہ کیا گیا اور اسی طرح جیسے میں نے suggest کیا ہے کہ اشاعت کے ایک سال کے بعد ششماہی قسطوں میں recover کیا جائے گا۔ یہاں وقت غلط چھپ گیا ہے اصل میں ششماہی ہے۔ یعنی چھ ماہ کے بعد قسط ادا کرنا ہو گی۔ اس کے بعد میں تو ریٹائر ہو کر آ گیا تھا اور میں نے گورنمنٹ سے پوچھا نہیں کہ اس کا کیا ہوا لیکن بہرحال یہ بات گورنمنٹ کے ریکارڈ پر ہوگی، پوری سکیم کی اس میں تفصیلات موجود ہیں۔ میں وزیرتعلیم کے حکم پر ایک جگہ بیٹھ کر جیسے آپ ارشاد فرمائیں، اکادمی ادبیات میں فرمائیں یا وزارت میں فرمائیں، اس پر بات چیت ہو سکتی ہے۔ ان کے معتمد جو ڈاکٹر صفدر صاحب آئے ہیں وہ بھی بڑے مصنف ہیں، ان کے جو صدر آئے ہیں نذیر ناجی صاحب ، وہ بھی مصنف ہیں اور authors کے cause سے بہت ہمدردی رکھتے ہیں۔ خود وزیرخزانہ جس وزارت میں چاہیں گے ، میں ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کی خدمت میں وہ ضوابط دوبارہ بھی بنا کر دے سکتا ہوں یا ان کی خدمت میں اپنی مدد پیش کر سکتاہوں ۔وہ ضوابط بہت آسانی سے نہیں بن سکتے ۔

جناب والا! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا ۔ چونکہ یہ ریزولیوشن بہت دنوں کے بعد آیا ہے ۔ میں صرف آپ کی معرفت اس ایوان سے یہ اپیل کروں گا کہ جس طرح کی قرار داد میں نے پیش کی ہے، اس کو منظور فرما کر وزارت خزانہ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے صرف اس شرط کے ساتھ کہ جناب اس میں سنسر کوئی نہیں ہوگا کہ ہمیں پہلے وہ مسودہ لا کر دکھایا جائے اور پھر ہم قرضہ دیں گے۔ اس سنسر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس ملک میں پہلے ہی اتنے قوانین ہیں کہ District Magistrate تک بھی ایک کتاب کو بند کر سکتا ہے اور اسے ممنوع قرار دے سکتا ہے ۔صوبائی حکومتوں کے پاس قوانین ہیں ،مرکزی حکومت کے پاس قانون ہے۔ ہر ایک کے پاس قانون ہے اگر خدانخواستہ مفادات ریاست کے خلاف کوئی کتاب چھپ جائے یا کوئی ایسی بات ہو جائے تو قانون کے مطابق اس سے بھگت سکتے ہیں۔ آپ کی معرفت یہ درخواست کر رہا ہوں کہ کسی شرط کے بغیر وہ قرض حسنہ منظور کیا جائے ۔ اس پر کوئی سود نہ

لیا جائے اور جب کتاب چھپ جائے تو وہ یہ قرضہ ایک سال کے بعد واپس دے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر وزیر خزانہ اس اگلے بجٹ میں صرف پانچ کروڑ روپیہ منظور فرما دیں تو پھر آزما کر دیکھیں کہ اس کے کتنے اچھے نتائج نکلتے ہیں اور پانچ کروڑ روپے بھی کوئی اتنی بڑی رقم نہیں ہے 150 billions کے مقابلے میں جو انہوں نے جمع کرنے ہیں۔ اگر وہ پانچ کروڑ روپے تا حکم ثانی، ممکن ہے کہ وہ ایک برس میں دے پائیں، ممکن ہے کہ سو برس میں دے پائیں، وہ تو تفصیل کی بات ہے۔ اگر وزارت تعلیم اور وزارت خزانہ اس بات کو منظور کرے اور یہاں کی حزب اختلاف بھی میری تائید کر دے جو کہ انہیں کرنی چاہیئے کیونکہ بیرسٹر اعتزاز صاحب خود شاعر ہیں اور ادیب ہیں۔ پروفیسر کرار صاحب کے صاحبزادے بیٹھے ہوئے ہیں، وہ بھی ادیب ہیں اور سبھی دوست ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اصولی طور پر اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوگا۔ جناب جاوید اقبال صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جو اتنے بڑے قابل شاعر کے صاحبزادے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس قرار داد کے منظور ہونے پر مجھے کسی کی آنکھوں میں اعتراض تو نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس لئے میں اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے درخواست کروں گا کہ جناب چیئرمین، اس میں ہاؤس کی مرضی لے لی جائے اور میری یہ قرار داد منظور کر لی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ سید عاقل شاہ صاحب، آپ کچھ بولنا چاہیں گے۔

سید عاقل شاہ۔ ان کی قرار داد for the promotion of authors and writers اچھی ہے مگر میں اس کے حوالے سے میں ایک ذکر کرنا چاہوں گا کہ پشتو زبان پاکستان کی ایک بہت اہم زبان ہے۔ اس کو کئی زمانوں سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ تو باقی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو یا سندھی یا پنجابی یا باقی زبانوں کے لئے آپ قرض حسنہ دیں گے تو پشتو لکھنے والوں کے لئے بھی اس میں قرض حسنہ رکھا جائے اور یہ جو رقم دو لاکھ روپے بتائی گئی ہے، یہ کوئی اتنی خاص رقم نہیں ہے۔ کتاب کی پبلی کیشن کے بعد اگر چھ مساوی قسطوں میں ادا کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ اس موشن کی میں بھر پور تائید کرتا ہوں اورساتھ ساتھ پشتو کے لئے چاہتا ہوں کہ اس کے رائٹرز کو بھی اس میں cover کیا جائے۔ آپ کی مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ رفیق احمد شیخ صاحب۔

شیخ رفیق احمد۔ انہوں نے جو ارشادات فرمائے ہیں میں ان سے متفق ہوں۔ اس ایوان

میں اجمل خٹک صاحب جیسے دانشور ادیب بیٹھے ہوں اور عالی صاحب جیسے موجود ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو لاکھ روپے کی رقم بہت تھوڑی رقم ہے ۔ آج کے دور میں تو اس سے کچھ بھی نہیں بنے گا ۔ اگر واقعی کوئی کتاب کو صحیح معنوں میں معقول تعداد میں شائع کرنا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں کہ محرک میری ترمیم کو ۵ لاکھ روپے کر دیں۔

جناب جمیل الدین عالی۔میں اس ترمیم کو بخوشی فوراً منظور کرتا ہوں ۔

Sheikh Rafiq Ahmed : This is what I was to submit.

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی جناب اجمل خٹک صاحب ۔

جناب محمد اجمل خان خٹک ۔ میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ جمیل الدین عالی صاحب کی جو تجویز ہے اس کی تائید کروں ۔ البتہ ان الفاظ کے ساتھ کہ ہمارے ملک میں تمام یونٹوں کے ، صوبوں کے اور اردو کے بہت قابل اور اعلیٰ پائے کے ممتاز ترین شاعر ، دانشور اور اہل قلم کی ایسی کتابیں اور ایسی تحریریں جس سے ملک کے عوام اور نئے نوجوان بہت زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں،جس کی آج ضرورت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے جب سے یہ قرضوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے ،کوئی خفا نہ ہو ، رائٹر گلڈ کے نام سے انعامات شروع ہوئے ہیں،ادبیات کی اکیڈمی نامعلوم کیا کر رہی ہے ۔ مخصوص قسم کے لوگوں کو ایسے نوازا جا رہا ہے جو اس قابل نہیں بمقابل ان لوگوں کے جو غریب سسک سسک کر مر جاتے ہیں اور ان کی اعلیٰ درجے کے ادب عالیہ کو گھن کھا جاتا ہے ۔ گو یہ سلسلہ جاری ہے ۔ میں صرف اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ مجھے اس بارے میں بہت کچھ معلوم ہے ۔ اگر اس تجویز کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے قومی خزانے سے عوام کے خون پسینے کی کمائی کے خزانے سے عوام کو فائدہ پہنچے ، مستقبل کی نسلوں کو فائدہ پہنچے ، ہماری تاریخ ، ادب اور ثقافت کو فائدہ پہنچے تو آج تک سرکاری طور پر جو کچھ بھی ہوا ہے ۔جیسے میں نے ذکر کیا ۔ اس سلسلے میں وزارت تعلیم اور وزیر تعلیم کوشش کریں کہ وہ تحریریں ، وہ ادب، وہ تحقیق اور وہ شعر و ادب جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ،اس کو سامنے لانے کے لئے اوپر کی سطح پر جو بناوٹی ، لوٹ مار کرنے والے حلقوں کا دائرہ ہے ، اس کو توڑ دیا جائے اورحقیقی عوامی حلقوں کو موقع دیا جائے ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اس کی تائید کرتا ہوں ۔

(اس دوران اذان مغرب سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ ایوان کو پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اجلاس کی کارروائی نماز مغرب کے لئے ۱۵ منٹ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب قائم مقام چیئرمین (میر ہمایوں خان مری) دوبارہ شروع ہوئی)

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی عبدالحئی بلوچ صاحب۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔ جناب چیئرمین صاحب! شکریہ۔ یہ قرارداد جو اس معزز ایوان میں پیش کی گئی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مثبت قرارداد ہے۔ ہمارے ملک میں ادیب، دانشور، مورخ اور محقق افراد کی کوئی کمی نہیں ہے اور اکثر و بیشتر ان کی تحریریں مالی پریشانی اور مالی مجبوریوں کی وجہ سے کتابت میں نہیں لائی جا سکتی ہیں یا انہیں کتاب کی شکل نہیں دی جا سکتی ہے۔ مالی مشکلات کے سبب اہل قلم حضرات کی تحریریں بھی کتاب کی شکل اختیار نہیں کر سکتیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کو اگر یہ معزز ایوان پاس کرے تو اس سے تمام اہل قلم اور دانشور حضرات کی بڑی حوصلہ افزائی ہو گی اور ان کی جو تحقیق ہے، ان کی جو قیمتی کتابیں ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی کارآمد ثابت ہوں گی۔ البتہ میں اس میں اتنی ضرور گزارش کروں گا کہ ملک کے اندر جو قومی زبانیں ہیں، اس کی اس قرارداد میں وضاحت ہونی چاہئیے۔ جیسے کہ پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی اور سرائیکی قومی زبانیں ہیں اور ان کو قومی زبانوں کے حوالے سے لیا جائے اور اس کے علاوہ جو دوسری علاقائی زبانیں ہیں ادیب اور رائیٹر ان کو بھی اگر تحریر یا کتاب کی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ان کو اہمیت دینا چاہئیے، ان کو بھی اس طرح کا قرضہ دینا چاہئیے اور قرضے کی جو دو لاکھ حد مقرر ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مہنگائی کے دور میں دو لاکھ بہت کم ہے۔ دو لاکھ کے بجائے پانچ لاکھ ہونا چاہئیے تاکہ کتاب تصنیف ہو سکے اور چھپ سکے اور اس پر جو اخراجات آتے ہیں وہ پورے ہو سکیں۔ میں اس قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے اس میں ضرور گزارش کروں گا کہ دو لاکھ کی بجائے پانچ لاکھ کیا جائے اور ان تمام قومی زبانوں کا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ وہ بحیثیت قومی زبانیں، ان کو قرارداد کے ذریعے لیا جائے،

ان مصنفین کو بھی جو قومی زبانوں اور علاقائی زبانوں میں لکھیں گے ۔ ان کو بھی یہ تمام سہولتیں قرضہ حسنہ کی دی جائیں ۔ انہیں الفاظ کے ساتھ میں اس قرارداد کی پر زور حمایت کرتا ہوں ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی خدائے نور صاحب۔

جناب خدائے نور۔ شکریہ جی ۔میں بالکل مختصر بات کروں گا ۔ جناب عالی صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے ۔ ہم اس کے بالکل حق میں ہیں لیکن اس میں جو رقم مختص کی گئی ہے وہ بہت کم ہے ۔ واقعی اس گرانی کے دور میں دو لاکھ روپے سے کچھ کرنا یا قرض لینا کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔ یہ رقم اگر پانچ لاکھ ہو جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ لیکن میں معذرت کے ساتھ اس میں جناب عالی صاحب کی قرارداد میں تھوڑی سی اور بھی ترمیم پیش کروں گا کہ ہم اس کو صرف رائیٹر تک کیوں محدود کریں ، ہمارے ساتھ جو صحافی حضرات ہیں ۔ جو روز مرہ اسی چیز پر لگے ہیں۔ ان کا بھی اس کے ساتھ تعلق ہے تو اگر ان کو بھی اسی میں شامل کیا جائے اور ان کے لئے بھی اسی میں سے کوئی قرضہ حسنہ کے طور پر رقم مختص کی جائے اور ان کو بھی مل جائے تو یہ بہت اچھی روایت بھی ہو گی اور اچھی بات بھی ہو گی ۔ میں صرف اتنی سی بات ہی کہنا چاہتا تھا ۔ باقی میں قرارداد کے حق میں ہوں لیکن اس ترمیم کے ساتھ کہ وہ پانچ لاکھ ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جی جاوید اقبال عباسی ۔

حاجی جاوید اقبال عباسی۔ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب ! جناب عالی صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے میں اس کی حمایت کرتا ہوں ۔ جیسے کہ یہاں پر کہا گیا ہے کہ سندھی ، پشتو، پنجابی اور اسی طرح بلوچی یہ سب زبانیں ہیں لیکن پاکستان کو متحد رکھنے کے لئے پاکستان کی جو قومی زبان ہے اس کو اردو میں ترجیح دی جائے اور باقی علاقوں میں جہاں پشتو ہے، ان کو فروغ دیا جائے ۔ پشتو کے جو ادیب ہیں ان کی باقاعدہ حوصلہ افزائی کی جائے۔ جو بلوچستان سے تعلق رکھنے والے ہیں یا سندھ سے ہیں ، ہم ان کی حمایت کرتے ہیں ۔ جو رقم مختص کی گئی ہے کہا گیا ہے کہ دو لاکھ روپے۔ عالی صاحب نے 5 کروڑ کہی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ 5 لاکھ ہے۔

حاجی جاوید اقبال عباسی۔ نہیں جی 5 کروڑ کہا تھا۔ آپ ان سے پوچھ لیں۔ تو

جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے قائد میاں نواز شریف صاحب نے اپنی نشری تقریر میں پہلی دفعہ قوم سے خطاب کرتے ہوئے ملکی معیشت کے بارے میں عوام کو آگاہ کیا تھا۔ اس وقت اتنی خطیر رقم کا یہ ملک متحمل نہیں ہو سکتا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ کم از کم ان دانشور ادیبوں کے لئے 50 لاکھ روپے کی گرانٹ لازمی طور پر ہونی چاہیئے تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔ اور یہ جو تمام نشرواشاعت کے لئے زبانیں ہیں لیکن ملک کو یکجا رکھنے کے لئے اردو زبان کو ترجیح دی جائے جو ملک کی قومی زبان ہے۔ جو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی زبان تھی اور اسی زبان پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ بڑی مہربانی جی۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ تاج حیدر صاحب۔

جناب تاج حیدر۔ جناب عالی! جمیل الدین عالی صاحب لائق مبارکباد ہیں اور ہم سب کو یاد ہے کہ جمیل الدین عالی صاحب جس حیثیت میں بھی رہے ہیں وہ مصنفین کے لئے اور لکھنے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہے ہیں۔ Pakistan Writers Guild بھی جمیل الدین عالی صاحب کا خیال تھا اور انہوں نے پہلی دفعہ پاکستان کے مصنفین کو ایک ادارے کی شکل میں مجتمع کر کے ان کے حقوق منوائے۔ مختلف ادبی انعامات بھی جو ملک میں دیئے جا رہے ہیں وہ بھی جمیل الدین عالی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ خارزارسیاست میں داخل ہونے کے بعد اور سینٹ کا ممبر بننے کے بعد انہوں نے جو پہلی قرار داد اس ہاؤس میں رکھی ہے وہ بھی ادیبوں اورمصنفین کے متعلق ہے ۔ جناب چیئرمین! جب بھی کوئی کام کیا جاتا ہے تو اس میں مسائل پیدا ہوتے ہیں اور کوئی بھی کام ایسا نہیں ہے کہ جو خامیوں سے مبرا ہو ۔ عالی صاحب کو یاد ہو گا کہ جب Writers Guild بنی تھی تو سید محمد جعفری صاحب نے اس پر ایک مزاحیہ نظم بھی لکھی تھی کہ

جو محرر ہو اسے گلڈ کا ممبر کہیئے
غالب و حالی و سرسید و اکبر کہیئے

یا

نامہ شوق جو بیوی کو لکھے گا شوہر
بالیقیں گلڈ کا ہو جائے گا وہ بھی ممبر

تو اب اس میں بھی شاید آپ کو یہ دشواری پیش آئے کہ وہ معیار کیا مقرر کیا جائے اور کون وہ معیار مقرر کرے کہ کس مصنف کی کتاب اس قابل ہے کہ اس کو قرضہ دیا جائے اور کس مصنف کی کتاب اس قابل نہیں ہے ۔ بہرحال یہ تفصیل طلب بات ہے اور جب اس پر عمل درآمد شروع ہو گا تو وہ تفصیلات بھی طے کی جا سکتی ہیں۔ اس میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر دس میں دو یا تین ایسے بھی ہیں کہ جو اس کو deserve نہیں کرتے ہیں اور ان کو اگر مل جاتا ہے تو پھر بھی ایک کتاب کا اضافہ ہوتا ہے جو کہ ہم سب کے لئے خوش آئند بات ہے ۔دو تجاویز میں اس سلسلے میں دینا چاہتا ہوں ، ایک تو یہ کہ ملک میں کتب بینی کا شوق بہت کم ہو رہا ہے اور کتابوں کی قیمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ عام قاری کتاب نہیں خرید سکتا۔ اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ ہمارے ملک میں مختلف سطح پر سکولوں میں ، کالجوں میں ، میونسپلٹی میں اور شہروں میں لائبریریوں کا، کتب خانوں کا جال بچھا ہوا ہے ، کیوں نہ ہم یہ کریں کہ جن حضرات کو بھی یہ قرض حسنہ دیا جائے تو لائبریریوں کے لئے یہ ضروری بنایا جائے کہ وہ کتاب خریدی جائے گی اور وہ کتاب لائبریریوں میں رکھی جائے گی تا کہ ایک طرف تو اس قرضے کی ادائیگی کا بھی انتظام ہو جائے اس قیمت سے جو لائبریریاں ادا کرتی ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ کتاب اگر ایک لائبریری میں رکھی ہوئی ہے تو عام لوگ اسے پڑھ سکیں۔ دوسری بات ، میں اس کا دائرہ کار بڑھانا چاہ رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ وہ کتابیں کہ جو پاکستانی زبانوں میں لکھی جا رہی ہیں بلکہ ایسی تمام دیگر زبانوں مثلاً انگریزی ، روسی اور جرمن کی کتابیں جن کے تراجم پاکستانی زبانوں میں کئے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں تراجم کی بڑی کمی ہے خاص طور سے اردو زبان میں ، سندھی میں بہت تراجم ہو رہے ہیں اور اس سلسلے میں وہ کافی آگے ہیں اور وہ بڑے کامیاب تراجم ہو رہے ہیں۔ میں اس ایوان کو بتانا چاہ رہا ہوں کہ ہمارے قائدحزب اختلاف جناب اعتزاز احسن صاحب کی کتاب "The Indus Saga" جس کا سندھی زبان کے اندر ترجمہ کیا جارہا ہے اور لوگ وہاں سے آئے ہیں اور ان سے اجازت طلب کی ہے تو یہ تراجم جو ہیں یہ بہت ضروری ہیں۔ لہذا میں اس قرار داد میں دو ترامیم پیش کروں گا۔ پہلی تو یہ کہ کتب خانوں کے لئے یہ لازمی بنایا جائے کہ تمام ایسی کتابیں جن کو قرض حسنہ کے تحت Finance کیا جائے ان کو کتب خانے ضروری طور پر خریدیں اور دوسری یہ کہ نہ صرف تصانیف بلکہ تراجم بھی اس کے اندر شامل کئے جائیں اس کے ساتھ میں ایک دفعہ جمیل الدین عالی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور کچھ وہ

بھی بات ہوئی ہے کہ دولاکھ ہو یا پانچ لاکھ ہو یہ میرے خیال سے جو دولاکھ روپے عالی صاحب نے شاید اس خیال سے رکھے تھے کہ ایک average کتاب کی جو چھپائی ہے اس پر جو اخراجات آتے ہیں تو یہ معاملہ دو لاکھ یا پانچ لاکھ کا نہیں ہے ۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار یا دو ہزار کاپیاں چھاپنے میں جو اخراجات آتے ہیں وہ قرض حسنہ کے طور پر ادا کر دیئے جائیں اور میں اس قرارداد کی ان ترامیم کے ساتھ پرزور تائید کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ شکریہ، جی جناب بزنجو صاحب۔

جناب محمد طاہر بزنجو۔ جناب چیئرمین! میں عالی صاحب کی اس قرارداد کی پرزور تائید کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی میری کچھ reservations ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کن رائٹرز کو قرض حسنہ دیا جائے۔ ہمارے ملک میں، میری رائے میں ، مجموعی طور پر اس وقت تین قسم کے رائٹرز ہیں، قلم کار ہیں ۔ رائٹرز کی پہلی قسم ان افراد پر مشتمل ہے جو موسم کے ساتھ بدلتے ہیں جن کی کوئی commitment نہیں ہوتی۔ جن کا کوئی دین مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ جمہوریت دشمن حکمرانوں کی ثناخوانی اور تعریف و توصیف پر پختہ یقین رکھتے ہیں ۔ دوسری قسم رائٹرز کی ان افراد پر مشتمل ہے جو گزشتہ پچاس سال سے اپنے قلم سے اس ملک میں نسلی، مذہبی قومی تعصب پھیلاتے رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے قلم کار ہمارے حکمرانوں کے سب سے زیادہ لاڈلے رہے ہیں۔ ان کو میڈل بھی زیادہ ملتے رہے ہیں ٹی وی اخبارات کی زینت بھی بنتے رہے ہیں۔ تیسری قسم قلم کار کی وہ ہے جن کی commitment اپنے وطن ، ملک اور قوم کے ساتھ رہی ہے ۔ رائٹرز کے اس School of thought کی نمائندگی ہمارے جو نامور قلم کاروں نے کی ہے ان میں فیض احمد فیض، حبیب جالب، میر گل خان نصیر قابل ذکر ہیں اس لئے جناب چیئرمین! ہم نے دیکھا کہ ہمیشہ ہر حکومت نے ان فیض احمد فیض، حبیب جالب اور میر گل خان نصیر کو جیل میں ڈالا ان پر غداری کے مقدمات چلائے گئے ، یہاں تک کہ ان کو اپنے زرخرید ملاؤں کے ذریعے ان کے خلاف کافر ہونے کا فتویٰ تک دیا گیا۔ جناب چیئرمین! میں یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر فیض احمد فیض کسی اور ملک میں پیدا ہوتے، کسی ترقی یافتہ ملک میں پیدا ہوتے تو ہم یہ تصور تک نہیں کرسکتے ہیں کہ جو عزت مقام اور حیثیت فیض احمد فیض کو ملتی، شاید اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم نے فیض احمد فیض کو کیا دیا ۔

جلاوطنی، جیل اور غداری کے مقدمات اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ عالی صاحب اس resolution میں یہ شامل کریں کہ فیض احمد فیض، حبیب جالب اور میر گل خان نصیر کی جو حیثیت اور جائز مقام بنتا ہے انہیں دیا جائے اور یہ کہ ہمارے نصاب تعلیم میں، ہمارے اسکولوں میں اور کالجوں کے کورسوں میں ان کے بارے میں پڑھایا جائے۔ ان کی شخصیت کے بارے میں اور ان کی شاعری کے بارے میں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ یہاں پر اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے پریس کے ساتھیوں سے بھی یہ کہوں گا کہ آپ فیض احمد فیض، حبیب جالب اور میر گل خان نصیر کا کیس کیوں نہیں لڑتے ہیں۔ وہ تو آپ کی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو یاد ہے کہ جب زبان پر پابندی تھی۔ جب قلم پر پابندی تھی۔ جب بڑے بڑے دانشور حضرات کھلی منڈی میں ٹماٹر اور آلو کی طرح اپنا ضمیر بیچ رہے تھے تو یہ حبیب جالب ہی تھا جس نے ملک کے کروڑوں عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا کہ

اس دستور کو، صبح بے نور کو

میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

تو جناب چیئرمین! کیا ان رائٹرز کو بھی قرض حسنہ دیا جائے جو اپنے قلم سے اس ملک میں مذہبی تعصب پھیلاتے ہیں۔ اس ملک میں نسلی تعصب پھیلاتے ہیں۔ لسانی تعصب پھیلاتے ہیں یا ان رائٹرز کو جو اپنے قلم سے نسلی، قومی اور مذہبی تعصب کے خلاف لڑتے ہیں یا ان رائٹرز کو جو ہمیشہ اس ملک میں غربت، جہالت، پسماندگی کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے محترم تاج حیدر صاحب نے بھی ذکر کیا کہ ایک معیار مقرر ہونا چاہیئے کہ کن رائٹرز کو یہ قرض حسنہ ملنا چاہیئے۔ جناب چیئرمین آپ کا شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ جناب اکرم ذکی صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد اکرم ذکی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب چیئرمین! اصولی طور پر میں جناب جمیل الدین عالی صاحب کی اس قرار داد کی تائید کرتا ہوں کہ کچھ پاکستان میں ایسے لوگ ہیں جو ادب کی خدمت کرتے ہیں لیکن ان کے پاس وسائل نہیں ہیں کہ وہ اپنی کتابوں کی اشاعت کراکے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ دوسرا سوال یہ بھی ہے کہ ہمارے ملک میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جوکہ غیر معیاری ادب تحریر

کر رہے ہیں اور بازار میں لا رہے ہیں۔ تو ایک معیار کو مقرر کرنا نہایت ہی اہم مسئلہ ہے جیسا کہ مجھ سے پہلے میرے ۲ فاضل ساتھیوں نے اس مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور یہ کام کسی نہ کسی ادارے کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ حکومت نے ایک اکیڈمی بنائی ہے جسے اکیڈمی ادبیات کہتے ہیں۔ حکومت نے ایک بک فاونڈیشن بھی تشکیل دی ہے۔ حکومت نے تاریخ کی ایک اکیڈمی بنائی ہے۔ ایک ہمارا مقتدر قومی زبان کا ادارہ ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے کہ جس شعبے کی کتاب ہو اس کو ہماری یہ جو تنظیمیں موجود ہیں' جو ادارے موجود ہیں ان کے ذریعے سے دیکھا جائے اور اگر کتاب کو معیاری قرار دیا جائے تو پھر اس کے لکھنے والے کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔ اس کے ۲ طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو اکادمی یا وہ ادارہ اس کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھالے یا اگر وہ مصنف خود اس کو شائع کروانا چاہتے ہیں تو ان کو قرض حسنہ دیا جائے اور وہ اپنا انتظام خود کرے لیکن صرف اس لئے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو مصنف قرار دیتا ہے تو یہ مناسب نہیں ہوگا کہ معیار کا خیال رکھے بغیر اس کو قرضہ دیا جائے۔ ان اداروں سے کس طرح کام لیا جائے اس کے لئے کوئی قوانین و ضوابط بنانے پڑیں گے اور اگر ان پر عمل کیا جائے تو اس کے مطابق قرضے دینا ایک اچھا کام ہوگا۔

جناب قائم مقام چیئرمین : جی منسٹر صاحب۔

جناب اصغر علی شاہ : جناب چیئرمین' حکومت ادیبوں' شاعروں اور دانشوروں کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ اکادمی آف ادبیات کا قیام 1976ء میں عمل میں آیا اور علاقائی زبانوں میں لکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی یہ اکادمی مالی اعانت کرتی رہتی ہے اس سال بھی تقریباً 27 ادبی تنظیموں کو 34 لاکھ روپے کی رقم تقسیم کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو نادار ادیب ہیں یا ان کے اہل خانہ ہیں ان کی بھی اپنے مالی constraints کو مدنظر رکھتے ہوئے مدد کرتی ہے ۔ یہ قرارداد جو جناب جمیل الدین عالی صاحب نے پیش کی ہے تو اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ اس وقت وزارت تعلیم کے پاس کوئی ایسے فنڈز نہیں ہیں جس سے ہم یہ قرض حسنہ ادیبوں کو ' علاقائی زبانوں میں لکھنے والوں کو دے سکیں لیکن ہم وزارت خزانہ کو گزارش کرتے ہیں اور اگر ہمیں وہاں سے بجٹ میں رقم مختص کی گئی تو انشاء اللہ یہ جو سکیم ہے اس کی ہم حمایت کرتے ہیں لیکن original form میں' وہ میں اس لئے گزارش کر رہا

ہوں کہ یہاں پر یہ ذکر بھی آیا پانچ لاکھ کا ' کچھ اصحاب نے کچھ اور بات کہی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو مالی حالات ہیں اگر یہ بھی مل جائے تو میرا خیال ہے کہ یہ غنیمت ہوگا اور اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کی اس کے original form میں' میں اصولی طور پر حمایت کرتا ہوں۔

جناب محمد اجمل خان خٹک : جناب چیئرمین صاحب ! میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ جو تقاریر میں نے سنیں اور اس کا جواب میں نے سنا اس کی روشنی میں کچھ تجویز کروں۔ اگر اجازت ہو تو۔

جناب قائم مقام چیئرمین۔ اجازت ہے۔

جناب محمد اجمل خان خٹک : وہ یہ ہے کہ جیسا کہ کہا گیا کہ ملک کو تنگ نظر ادب کی ضرورت نہیں۔ تعصب' تنگ نظری اس کی ضرورت نہیں اس پر میں کچھ نہیں کہتا۔ غیر معیاری ادب کی ضرورت نہیں' افسوس کہ جن اداروں کا نام لیا گیا آج تک انہوں نے یہی کام کیا اس لئے یہ جو وزیر تعلیم نے جس دریا دلی سے اس قرارداد کو منظور کیا' میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو خرابیاں' بے اعتدالیاں کی گئی ہیں آئندہ نہ ہوں اس کے لئے یہ تجویز دیتا ہوں کہ سینٹ کی جو کمیٹی اس کو deal کر سکتی ہے اس کے حوالے کیا جائے اور دیکھا جائے کہ یہ جو آپ نے 27 ادبی ایوارڈز دیئے ہیں وہ کس کو دیئے ہیں۔ لاکھوں روپے کس پر تقسیم کرتے ہیں آپ کو نہیں معلوم مگر مجھے پوری داستان معلوم ہے۔ یہاں کون بیٹھا ہے' کیوں بیٹھا ہے کس حیثیت سے ' اس پر میں کچھ کہنا نہیں چاہتا ۔ اس لئے اگر آپ نے اس ملک کی نسلوں کے ذہن کی صحیح تربیت کرنی ہے تو بلاشبہ یہ جو آپ نے ادارے کئے ' یہ خدمت کر سکتے ہیں لیکن اس میں جو جراثیم ہیں جس نے اس ملک کو آج اس حالت کو پہنچایا ہے اس کا علاج نہ ہو تو وہ فائدہ نہیں دے سکتے ۔ میں نے دونوں مقررین کو سنا ' اس کی لفظ بہ لفظ تائید کرتے ہوئے کہوں گا کہ اگر یہ اس طرح منظور ہو تو پھر جیسے ہوتا رہا ہے ویسے ہی ہوگا۔ اگر پانچ روپے بھی ایک غیر معیاری ادب ' غیر معیاری ادیب یا اس ادب کو دیئے جائیں جو ' پاکستان کے مستقبل کو جس ادب کی ضرورت ہے اس کی بجائے تنگ نظری' تعصب ' نفرت اور نفاق پھیلانے کے لئے استعمال ہو' تو یہ نقصان ہوگا۔ اس لئے اگر ہو سکتا ہے تو اسے باقاعدہ کمیٹی میں پیش کیا جائے۔ تاکہ آئندہ اگر ایک پیسہ

بھی کسی کو ملے تو حق دار کو ملے۔

جناب قائم مقام چیئرمین : منسٹر صاحب اس حوالے سے اگر کچھ ہو سکے تو۔

جناب جمیل الدین عالی : جناب یہ ضوابط میں آ جاتا ہے جیسے میں نے عرض کیا تھا بات تو اصولی آپ کے سامنے رکھی گئی ہے۔ اور ان ستائیس اداروں کا میری تجویز سے کوئی تعلق نہیں اس کے لئے میں محترم اجمل خٹک صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ الگ قرارداد لا سکتے ہیں کہ کس ادارے کو کیا دیا گیا۔

جناب محمد اجمل خان خٹک : میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس پر غور کیا جائے وہ تو میں نے مثال دی کہ پچھلی حکومتوں نے بہت کچھ کیا ہے ، اکادمیاں بنائی ہیں انعامات دیے ہیں وہ کس طرح سے تقسیم ہوئے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کا مصرف کس طرح کیا جائے گا اس لئے کمیٹی کے حوالے کیا جائے ۔ میرا مطلب وہ ادارے نہیں ۔

جناب اصغر علی شاہ ۔ جناب چیئرمین! جو قرارداد جمیل الدین عالی کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس میں یا تو ترامیم لائی جاتیں۔ اس وقت اس کو کسی اور کمیٹی ، میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور کمیٹی کے حوالے کرنے کی کوئی گنجائش ہے۔ رہا یہ سوال کہ modalities جو اس کی ہیں کہ کس طرح اس کو منظور کیا جائے ، کونسے ادب کے لئے منظور کیا جائے اور کون اس میں ہوں جو اس کو منظور کریں تو اس میں کوئی ذکر نہیں ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ اکادمی آف لیٹرز کے ذریعے ہو اور کون اس میں ہوں جو اس کو منظور کریں اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ اکادمی ادبیات کے ذریعے تقسیم ہوگی لیکن وہاں پر میں عرض کروں کہ کوئی بھی ادارہ برا نہیں ہوتا اس کو چلانے والا اگر صحیح نہیں ہے تو وہ ادارہ صحیح نہیں چل سکتا ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو قرارداد ہے اس form میں ، اس میں یہ general ہے جس وقت یہ modalities کی بات ہوگی تو پھر سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی ہے اور وہ جو بھی فیصلہ کرے گی وہی منظور ہوگا۔

Mr. Acting Chairman: Now, I put the Resolution before the House.

(The motion was carried)

Mr. Acting Chairman: The resolution is passed. The House is adjourned to meet again tomorrow at 10 a.m.

(The House was then adjourned to meet again on

Tuesday, 27th May 1997, at 10.00 a.m.)